© rasailojaraid.com

کے شاگردوں کو اپنا دشمن سمجھنا اور ان کی سازشوں، ہتھکنڈوں اور فریب کاریوں سے بچنے کے لیے ہوشیار اور چوکنا رہنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا، یعنی شیطان تمھارا دشمن ہے، اس کو دشمن ہی سمجھنا۔ (فاطر ۳۵: ۶) حضرت آدم علیہ السلام نہ شیطان سے دھوکہ کھاتے، اور نہ اس کا وہ مشورہ قبول کرتے جو اس نے خیرخواہ بن کر دیا تھا، اگر وہ اپنے دشمن کو پہچان لیتے۔ کوئی عقلمند آدمی اپنے دشمن کا مشورہ قبول نہیں کرتا۔ اس لیے خدا کے حکم کی خلاف ورزی، اور جہاد فی سبیل اللہ سے باز رکھنے کے لیے کوئی کتنی ہی "میٹھی نصیحت" کرے اور کتنا ہی "نیک مشورہ" دے، خبردار رہنا چاہیے کہ وہ سراسر شیطان کا دھوکہ اور وسوسہ ہے۔

تحریک اسلامی کے کارکن اگر خدا کی راہ میں جمے رہنا چاہتے ہیں، تو انھیں ہروقت اور ہرحالت میں یاد رکھنا چاہیے کہ خدا کی راہ پر آجانے کی سعادت ملنا بڑی خوش نصیبی ہے۔ اس لیے ان کی نیت اور مقصد کے اخلاص میں کوئی ملاوٹ نہیں ہونا چاہیے۔ انھیں یہ بھی جاننا چاہیے کہ تحریکِ اسلامی میں شامل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ جان و مال کی کیسی قربانی کا مطالبہ کرتے ہیں، اور اس راہ پر گامزن رہنے کے لیے کن اوصاف اور خصوصیات سے مزین ہونا ضروری ہے۔

ان اوصاف کے سلسلے میں ہم سات نکات پر گفتگو کریں گے۔ ہر نکتے کا عنوان قرآن حکیم سے لیا گیا ہے۔

نکتہ اول: الحمد لِلّٰہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے بلیغ ترین جملہ ہے۔ اس کی تعلیم خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے: "تمام تعریف صرف اللہ کے لیے ہے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: الحمد راس الشکر ما شکر اللہ عبد لا یحمدہ، 'الحمد للہ شکر کی اصل ہے۔ جس بندے نے اللہ کی تعریف نہ کی اس نے اس کا شکر بھی ادا نہ کیا (المشکوٰۃ)۔

ہم سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم میں ہمیں بیشمار نعمتیں بخشی ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے لیے کائنات میں جو نعمتیں ہیں، قرآن کریم کے اندر بار بار آنے والی تصریحات کے مطابق وہ بے حد و حساب ہیں۔ لیکن ان سب نعمتوں میں ایک نعمت ایسی ہے جو بے مثال ہے۔ دوسری تمام نعمتیں مل کر بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ وہ نعمت 'اللہ کا دین' اسلام ہے۔ یہی وہ نعمت ہے جس کے ذریعے دنیا میں سلامتی اور آخرت میں نجات مل سکتی ہے۔

قرآن مجید کی ایک سورہ کا نام "الرحمٰن" ہے۔ الرحمٰن کا مطلب ہے تمام اور لامتناہی مہربانیوں، رحمتوں اور شفقتوں کا سرچشمہ۔ اس سورہ کے شروع ہی میں فرمایا گیا ہے: اَلرَّحْمٰنُ،

© rasailojaraid.com

©rasailojaraid.com

عَلَّمَ الْقُرْآنَ "یہ الرحمٰن ہے جس نے قرآن سکھایا۔ گویا قرآن، الرحمٰن کی بے انتہا رحمتوں کا ظہور ہے۔ اسی قرآن میں وہ تعلیمات ہیں جن کی بنیاد پر رسول اللہؐ نے اسلام کا مکمل ضابطۂ حیات نافذ کیا۔ اس طرح اسلام ہی اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

تحریکِ اسلامی میں شمولیت اختیار کرنے کی سعادت جنھیں نصیب ہوئی ہے ان کا پہلا فریضہ یہ ہے کہ اس خوش نصیبی پر اپنے خدا کا شکر ادا کریں۔ اس تحریک میں شامل ہونے سے پہلے ہم اسلام کو صرف ایک مذہب سمجھتے تھے۔ ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں صرف اللہ کو اپنا حاکم تسلیم کرنا چاہیے، اور اس کے رسولؐ کو ہی قائد مان کر صرف اسی کے طریقے کا اتباع کرنا چاہیے۔ ہم نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو مذہبی رسوم سمجھتے تھے اور ان کی حقیقت سے ناواقف تھے۔ ہم نے اس طرح کی انقلابی باتیں نہ سنی تھیں کہ اسلامی ریاست اور حکومت کے قیام اور اسلامی قوانین کے نفاذ کی کوشش کرنا مومنین کا سب سے بڑا اور اہم ترین فرض ہے، اور یہ کہ اس مقصد کی خاطر کسی اسلامی تنظیم میں شامل ہو کر کام کرنا ناگزیر ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اسلامی قوانین انسانی قوانین کے ماتحت رہنے کے لیے نہیں آئے ہیں، بلکہ اسلام کو تمام دوسرے مذاہب و قوانین اور نظام ہائے زندگی پر غالب کر دینے کے لیے ہی رسول اللہؐ کو بھیجا گیا ہے۔

ہم اس لذتِ ایمان پر جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے جو تحریکِ اسلامی میں شامل ہونے کے بعد ہمیں حاصل ہوئی۔ اس بنا پر ہمارا نکتہ اوّل یہی ہے کہ زندگی بھر الحمدللہ، الحمدللہ پکارتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت شاملِ حال نہ ہو تو کسی کو ہدایت نہیں مل سکتی۔ وہ توفیق بخشے، تب ہی یہ ممکن ہے کہ آدمی دین کی راہ پر گامزن ہو۔ یہ حقیقت اگر ہمیشہ یاد رہے، تو جذبہ شکر ہمیشہ تازہ رہ سکتا ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت ملنے پر شکر ادا کرنے کا جذبہ صرف دنیوی زندگی تک محدود نہیں رہتا بلکہ مومن بندے اس وقت بھی اللہ کا شکر ادا کریں گے جب وہ بہشت میں داخل ہو چکے ہوں گے۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ، بہشت کے باشندے کہیں گے تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو یہ ہدایت دی۔ اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہمیں ہدایت ہرگز نصیب نہ ہوتی۔ (الاعراف ۷: ۴۳) بہشت کی نعمتوں سے نوازے جانے والے ڈھٹائی سے یہ نہ کہیں گے کہ ہم اپنے نیک اعمال کے نتیجہ میں ان نعمتوں سے ہمکنار ہوئے ہیں بلکہ وہ اعتراف کریں گے کہ ان نعمتوں کا حصول محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم ہی سے ممکن ہوا ہے۔ اس لیے حصول ہدایت پر بطور شکر، الحمدللہ کا ورد کرنا ضروری ہے۔ یہ تسبیح اگر ہر نماز کے بعد گہرے جذبۂ شکر کے ساتھ، تہہ دل سے اور آسودگی قلب سے پڑھی جائے تو سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

©rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمیشہ شکر ادا کرنے کے کام کو آسان کرنے کے لیے رسول اللہ ؐ نے بہت سی ایسی دعائیں سکھائی ہیں جو الحمدللہ سے شروع ہوتی ہیں۔ صبح جاگنے پر الحمدللہ ' حوائج ضروریہ سے فراغت پر الحمدللہ ' کھانے پینے کے بعد الحمدللہ ' کپڑے پہنتے ہوئے الحمدللہ ' آئینہ دیکھ کر الحمدللہ ' سواری پر بیٹھتے ہوئے الحمدللہ ' گویا ہرلمحہ ' ہر قدم پر الحمدللہ۔

نکتہ دوم : رضوان اللہ

قرآن کریم میں رضوان اللہ کا استعمال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کے معنی میں ہوا ہے۔ تحریک اسلامی کے کارکنوں کے لیے یہ نکتہ بہت ہی اہم ہے۔

اللہ تعالیٰ آدمی کو اس کے کام کا جو اجر و ثواب بھی دیں گے ' یہ جانچنے کے بعد ہی دیں گے کہ اس نے کس نیت سے وہ کام کیا ہے۔ اگر نیت صحیح نہ ہو تو اچھے سے اچھے نیک کام پر بھی انعام نہ ملے گا۔ رسول اللہ ؐ نے واضح الفاظ میں اعلان کیا ہے: انما الاعمال بالنیات ' بے شک نیت ہی اعمال کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تحریک اسلامی کے ہر کارکن کو اپنا دل اچھی طرح ٹٹول لینا چاہیے کہ میں کس نیت سے اور کس غرض سے اس راہ پر آیا ہوں۔ کیا میں یہاں اپنا کوئی مفاد حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں؟ کسی دنیوی فائدے کے لالچ میں تو میں نے شمولیت اختیار نہیں کی؟ اگر ایسے کسی فائدے یا لالچ کا سراغ مل جائے تو پھر اس سے پوری طرح چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔ کیونکہ غلط نیت کے ساتھ ' نہ صرف یہ کہ تمام اعمال اکارت جائیں گے بلکہ ' اس تحریک میں ٹھہرنا بھی محال ہو گا۔ تحریک اسلامی میں جو شامل ہو ' صرف اس امید پر ہی شامل ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو۔

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیوی فائدوں اور آسایشوں کی مقدار بھی محدود ہے ' قیمت بھی کچھ نہیں ' کہ ان کو ختم ہی ہو جانا ہے۔ جو لوگ انھی کو مقصد اصلی سمجھتے ہیں ' ان کے ہاں خدا کی خوشنودی و رضامندی کی اہمیت نہیں ہو سکتی ہے۔ لیکن آخرت کی زندگی میں آرام و آسایش کی نعمتیں عظیم بھی ہیں اور ہمیشہ باقی رہنے والی بھی۔ نہ نعمتیں ختم ہوں گی ' نہ موت آئے گی۔ جو لوگ یہ حقیقت جانتے ہیں ' وہ رضوان اللہ (اللہ کی رضامندی) کی ضرورت اور قیمت سے خوب آشنا ہیں۔ ہم میں جو قبر ' حشر اور جہنم کے عذاب سے نجات حاصل کرنے اور بہشت کی آسایشوں سے متمتع ہونے کے خواہاں ہیں ' انھیں اللہ کی خوشنودی کے سوا چارا ہی نہیں ' کیونکہ اللہ کی خوشنودی کے بغیر یہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔

قرآن اور اُسوۂ رسول ؐ و صحابہ ؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ کی زمین پر انسان کا خود ساختہ قانون غالب ہو ' تو وہاں صرف نماز روزہ سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا۔ یہ بات ایمان کے قطعاً منافی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ آدمی قانونِ الٰہی کے نفاذ کے لیے جہاد سے بچنے کی خاطر باطل کے ساتھ مصالحت کرے۔ رسول اللہ ؐ کے مبارک دور میں وہی لوگ منافق کہلائے جو نماز' روزہ تو ادا کرتے تھے مگر باطل سے لڑائی مول لینے سے گریز کرتے تھے۔ ضروری ہے کہ ہم اپنے ایمان کا تقاضا سمجھ کر صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضامندی حاصل کرنے کی خاطر تحریکِ اقامت دین میں سرگرم عمل رہیں۔

سورہ آلِ عمران (۳: ۱۷۲' ۱۷۴) میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب رسول اللہ ؐ نے مسلمانوں کو' غزوہ احد میں شکست کے فوراً بعد' دشمنوں پر دوبارہ حملہ کرنے کی دعوت دی تو منافقین نے انھیں یہ کہہ کر ڈرانے کی کوشش کی کہ دشمن نے ایک بہت بڑی فوج جمع کر لی ہے۔ یہ سن کر مجاہدینِ اسلام کی صف میں دہشت پھیلنے کی بجائے ان کے ایمان اور عزم و استقامت میں اضافہ ہوا اور وہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس جنگ میں شکست کے خسارے سے بچ گئے' اور اللہ تعالیٰ کی نعمت اور مہربانی سے فیض یاب ہو کر سلامتی کے ساتھ واپس آگئے' اور وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی راہ پر چلنے کی سعادت سے بھی سرفراز ہوئے۔ واتبعوا رضوان اللّٰہ۔

نکتہ سوم : بیعت باللہ

بیعت' کے معنی ہیں بیچنا' بیعت باللہ کے معنی ہوئے اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں فروخت کرنا۔ ایمان کے معنی ہی بیعت باللہ ہیں' یعنی اپنی جان و مال کو جنت کی قیمت کے عوض اللہ کے ہاتھ بیچ دینا۔ اگر ہم تحریک اسلامی میں اپنا فریضہ خلوص اور تن دہی کے ساتھ ٹھیک ٹھیک انجام دینا چاہیں' تو ہم پر لازم ہے کہ اس معاہدۂ فروخت کے مطابق اپنی جان و مال تحریک کے کام میں لگائیں: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ 'حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے ان کی جان اور مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے (التوبہ ۹: ۱۱۱)۔ اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ بہشت حاصل کرنا ہو تو ہمیں یہ سمجھتے ہوئے اپنی زندگی گزارنا ہوگی کہ ہمارے جان و مال ہمارے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ اگر ہم اپنے جان و مال کو اپنی من مانی خواہشات کے مطابق صرف کریں تو بہشت ملنے کی امید نہیں ہو سکتی۔

ممکن ہے کہ ہم مطمئن رہیں کہ اللہ سے اپنا معاہدہ بیع پورا کر رہے ہیں' لیکن جان و مال کو اللہ کی راہ میں فی الواقع دے دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کیونکہ ایک طرف سے نفس آدمی کو دھوکہ دیتا ہے' دوسری طرف سے شیطان وسوسہ ڈالتا رہتا ہے' پھر اہل و عیال اور اقارب کی طرف سے دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ ان عوامل کی وجہ سے اللہ کی مرضی کے مطابق اس کی راہ میں چلنا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ اللہ کو فروخت کیے ہوئے جان و مال کو اللہ کی راہ میں دینے' اور ان مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ آدمی کسی اسلامی تنظیم میں شامل ہو جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کے لیے بنی ہو۔ گویا' دوسرے الفاظ میں' تنظیم کے ہاتھ پر ''بیعت'' کرے۔ تنظیم میں شمولیت کے وقت آدمی جو حلف لیتا ہے' وہ اسی ''بیعت'' کی ایک صورت ہے۔ اس کے معنی ہیں: میرے وہ جان و مال' جنھیں میں ایمان لاتے ہی اللہ کے ہاتھوں فروخت کر چکا ہوں' اگر انھیں اپنے قبضہ میں رکھ کر اللہ کی راہ میں صرف کرنا چاہوں تو نفس کے دھوکے' شیطان کے وسوسے اور گھر والوں اور رشتہ داروں کے دباؤ سے مجبور ہو کر اللہ کی مرضی کے مطابق صرف نہ کر سکوں گا' اسی لیے میں تنظیم کو اختیار سپرد کر رہا ہوں کہ وہ میرے جان و مال کو اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کرنے میں میری مدد کرے۔ میں اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ تنظیم شریعت اور دستور کے مطابق جو فیصلے کرے گی انھیں تسلیم کروں گا۔

حقیقت یہ ہے کہ تنظیم کے ساتھ بیعت کے بغیر اللہ کے ساتھ 'بیع' کرنے کے تقاضے مکمل طور پر پورے نہیں ہو سکتے۔

جذبہ شہادت

بیعت باللہ' اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے کے جذبے' یعنی جذبہ شہادت کا اظہار بھی ہے: اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ "میری نماز' میری تمام عبادتیں' اور میری زندگی اور موت سب کے سب اللہ رب العالمین کے لیے ہیں" (الانعام ۶:۱۶۲)۔ یہ آیت اس جذبہ شہادت کی بہترین ترجمانی کرتی ہے۔

ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم' اقامت دین کی راہ میں' جذبہ شہادت لیے ہوئے اپنی ذمہ داری نبھاتے رہیں۔ رہی یہ بات کہ مجھ سے کس قدر اور کس طرح قربانی لی جائے گی' تو یہ سراسر میرے مولائے لایزل کے ارادوں پر منحصر ہے۔ یہ بالکل انھی کی مرضی سے طے ہوتا ہے کہ وہ مجھے اہل باطل کے ہاتھوں قتل کروا کے شہادت کا درجہ عطا فرمائیں گے جو نسبتاً آسان تر کام ہے' یا اسلام کا غلبہ نصیب کر کے اللہ کا قانون جاری و ساری کرنے کی ذمہ داری میرے اوپر عائد کریں گے جو نسبتاً دشوار تر کام ہے۔ میرا کام صرف یہ ہے کہ پورے اطمینان اور خاطر جمعی کے ساتھ لگا رہوں اور دونوں طرح کے انجام کو خوش آمدید کہنے کے لیے تیار رہوں۔

غزوۂ احد میں ۷۰ صحابہ شہید ہوئے اور غزوۂ بدر کی شاندار کامیابی کے مقابلے میں اس کو شکست شمار کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آج اگر تم پر چوٹ آئی ہے تو دشمنوں پر بھی (بدر میں) ایسی ہی چوٹ آئی تھی۔ یہ صرف گردشِ زمانہ ہے جسے ہم لوگوں میں گھماتے رہتے ہیں' تاکہ اللہ دیکھ لے کہ تم میں سچے مومن کون ہیں اور تاکہ تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا درجہ دے' حقیقت یہ ہے کہ اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظالموں کو پسند نہیں کرتے (آل عمران ۳: ۱۴۰)۔

معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں کو شہادت کی سعادت عطا کرنا خود اللہ تعالیٰ کے منصوبے میں شامل ہے۔ اس لیے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ مستقبل کی اس ذمہ داری کو ملحوظ رکھتے ہوئے خطرات سے دامن بچا کر چلا جائے۔ آج بھی جو لوگ تحریک اسلامی میں شامل ہو کر شہید ہو رہے ہیں، خود اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لیے ان کا انتخاب فرمایا ہے۔ یہ دیکھ کر ڈر جانا اور ڈر کر پیچھے ہٹنا کہ باطل کے ساتھ لڑائی چل رہی ہے، بیعت باللہ کے تقاضے کے خلاف ہو گا۔ مگر اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ کسی منصوبہ بندی اور اجتماعی فیصلہ کے بغیر، صرف شہید ہونے کے شوق میں، دشمن کو اپنی جان سپرد کر دینا کوئی صحیح اور معقول جذبہ نہیں۔ البتہ جو یہ خواہش رکھتے ہیں کہ آخرت میں ان کو شہادت کا رتبہ بلند حاصل ہو، ان کو رسول اللہ ؐ نے بشارت دی ہے کہ شہادت کا جذبہ لے کر اللہ کی راہ میں اَنتھک جہاد کرتے والے کو اگر گھر میں چارپائی پر بھی موت آئے تب بھی اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو شہدا میں شمار کریں گے۔

باقی چار نکات

الحمدللہ، رضوان اللہ اور بیعت باللہ وہ صفات ہیں جو تحریک اسلامی کے کارکنوں کو اللہ کی راہ پر گامزن رکھنے میں موثر کردار ادا کرتی ہیں۔ تاہم یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اس راہ پر چلنے سے آدمی دنیا میں دینی حیثیت سے کتنی ترقی حاصل کر سکے گا؟ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ انسان صرف فائدہ اور کامیابی ہی کی امید پر، اپنی محنت، وقت، مال، جذبہ اور ذہنی استعداد صرف کرتا ہے۔

تحریک اسلامی کے کارکنوں کو کامیابی کا حساب دو پیمانوں سے کرنا چاہیے۔ ایک اس کی ذاتی کامیابی، دوسرے تحریک اور تنظیم کی اجتماعی کامیابی۔ تحریک کی کامیابی تو خود دین کے غلبہ اور اسلامی حکومت کے قیام پر منحصر ہے، مگر کارکن کی ذاتی کامیابی تحریک کی کامیابی پر موقوف نہیں ہے۔ کارکن کی کامیابی یہ ہے کہ وہ اپنے اندر چار خصوصیات پیدا کرے۔ یہ چار خصوصیات اور اوصاف ایسے ہیں جنھیں خود اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لیے پسند فرمایا ہے۔ یہ اوصاف تحریک اسلامی کی سرگرمیوں کے ذریعے پیدا ہو سکتے ہیں۔

نکتہ چہارم: عباد اللہ

عباد اللہ کے معنی ہیں اللہ کے بندے۔ بندے کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اپنے مولا کے حکم کی پابندی کرے۔ تحریک اسلامی نے اپنے کارکنوں کے لیے جو پروگرام تجویز کیا ہے وہ اللہ کا غلام اور بندہ بننے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ جو لوگ اس پروگرام کی پابندی کرتے ہیں صرف وہی حقیقی معنوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں کارکن ہیں۔ اس پروگرام کے تحت ہفتے میں دو قسم کے کام کیے جاتے ہیں اور اس کی رپورٹ نظم کو دی جاتی ہے۔ پہلی قسم کے کام اپنے آپ کو اللہ کا حقیقی بندہ بنانے سے متعلق ہیں ' اور دوسری قسم کے کام دوسروں کو اس تحریک میں شامل کرنے کی کوششوں سے متعلق ہیں۔

اللہ کا بندہ بننے کے لیے ضروری ہے کہ دین کا علم حاصل کیا جائے ' اور جتنا جتنا علم حاصل ہوتا جائے اس کے مطابق عمل کیا جاتا رہے۔ اس مقصد کے لیے روزانہ قرآن کی چند آیات سمجھ کر پڑھنا ' کم از کم ایک حدیث سیکھنا ' کسی اسلامی کتاب سے کم از کم دس صفحات پڑھنا اور باجماعت نماز پڑھنا کارکنوں کے لیے لازمی ہے۔ ہفتہ وار اجتماعات میں مزید تعلیم و تربیت کے مواقع ملتے ہیں۔ صحت کے ساتھ قرآن پڑھنے اور فقہی مسائل سیکھنے پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ باقاعدہ تربیتی پروگرام بھی ہوتے رہتے ہیں۔ ذمہ داریوں پر فائز کارکنوں کے لیے خصوصی تربیت کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

عباد اللہ کا رتبہ حقیقتاً حاصل کرنا ہو تو یہ پختہ عزم کرنا ہو گا کہ میں نفس کی غلامی ہرگز نہیں کروں گا۔ نفس مطالبہ کرتا رہتا ہے کہ آدمی دنیا کی ساری لذتوں سے متمتع ہو۔ مگر روح اور ضمیر جسم کے برے اور ناجائز مطالبات پر احتجاج کرتے رہتے ہیں۔ اچھی اور بری باتیں ہر انسان کو معلوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب نفس برے کام کا حکم دیتا ہے تو ضمیر اس پر اعتراض کرتا ہے۔ نفس اگر غالب آ جائے تو انسان ضمیر کے اعتراض کے باوجود نفس کی خواہشات اور مطالبات کے مطابق کام کر گزرتا ہے۔ نفس کی بندگی سے بچنے اور اللہ کی حقیقی بندگی اختیار کرنے کے لیے تین کام ضروری ہیں:

(۱) یہ عزم کرنا کہ روح کے تقاضوں کے خلاف ہرگز نہ چلوں گا ' اور نفس کو اپنا مولا نہ بننے دوں گا۔

(۲) روح کو نفس پر غالب رکھنے کے لیے باقاعدگی کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنا ' رمضان میں فرض اور ہر مہینہ دو یا تین نفلی روزے رکھنا ' مال خرچ کرنا ' اور رات میں تہجد کی نماز پڑھنا۔

(۳) ہمیشہ اپنا احتساب کرنا کہ نفس کو غلبہ حاصل نہ ہونے پائے۔ اگر کبھی نفس غالب آ جائے تو فوراً توبہ کر کے اور مجاہدہ کر کے اس کو شکست دینا۔

نکتہ پنجم : اولیاء اللہ

اولیا ولی کی جمع ہے۔ ولی کے معنی ہیں مددگار ' دوست ' سرپرست ' نگہبان ' تائید کرنے والا وغیرہ۔ لفظ ولی کا اطلاق اللہ پر بھی ہوتا ہے اور بندے پر بھی۔

لفظ ولی کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ہونے کی مثال: اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی ہے (البقرہ ۲: ۲۵۷)۔ اور لفظ ولی کا اطلاق بندوں پر ہونے کی مثال: اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ' آگاہ رہو اللہ کے ولیوں کو ' نہ کوئی خوف ہے اور نہ مایوسی (یونس ۱۰: ۶۲)۔

جب اس لفظ کا اطلاق اللہ پر ہو تو اس کے معنی ہیں سرپرست اور مددگار۔ اور جب اللہ کے بندوں پر ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں اللہ کے پیارے دوست۔ اگر کسی انسان کو اللہ کا ولی کہا جائے تو اس کو اللہ کا نہایت پیارا دوست سمجھا جائے گا۔ صرف عام بندہ نہیں۔

اللہ کے ولی کی چند خصوصیات یہ ہیں:

(۱) وہ اللہ کا حکم محبت سے بجالاتے ہیں۔ محبت کی بنا پر جو پابندی کی جاتی ہے ' اس کا نام احسان ہے۔ (ملاحظہ ہو: سید ابوالاعلیٰ مودودی ' تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں) صرف سزا کے خوف سے اگر کوئی کام کیا جائے تو وہ کام پُرلطف نہیں ہوتا جتنا کہ وہی کام محبت کے ساتھ کیا جائے تو ہوتا ہے۔

(۲) وہ حتی الامکان کسی حالت میں بھی اللہ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتے۔ اللہ کا حکم دو قسم کا ہوتا ہے: ایک امر اور دوسرا نہی۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کرنے کا حکم دیا ہے ان سب کو کرنا اگر ممکن نہ بھی ہو ' تب بھی جن چیزوں سے پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے ان سے پرہیز کیا جاسکتا ہے۔ اللہ کے ولی اس معاملے میں بہت فکرمند رہتے ہیں کہ ان سے ایسا کام صادر نہ ہونے پائے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔ اللہ تعالیٰ سے خالص اور گہری محبت یہ صلاحیت پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے کہ "ان کا کان میرا کان بن جاتا ہے جس سے وہ سنتے ہیں ' ان کی آنکھ میری آنکھ بن جاتی ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں ' ان کا ہاتھ میرا ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں ' اور ان کا پیر میرا پیر ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتے ہیں"۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اعضا و جوارح کو کبھی ایسے کسی کام میں استعمال نہیں کرتے جو اللہ کو پسند نہیں۔

(۳) ہر حالت میں اللہ سے راضی اور خوش رہتے ہیں۔ دنیا میں آفات و مصائب ' تکلیف اور اذیت ' المیے اور سانحے اور رنج و غم ہر کسی کو کم و بیش پیش آتے رہتے ہیں۔ انبیا علیہم السلام تک اس سے مستثنیٰ نہ تھے۔ اللہ کے ولی کو اللہ سے محبت ہوتی ہے۔ اس لیے ان کو یقین ہوتا ہے کہ ان مصائب میں ان کے لیے ضرور کوئی بھلائی ہے۔ آفات و مصائب اللہ ہی کے ارادے سے آتے ہیں اور وہ سب کچھ بندے کی بھلائی کے لیے نازل کرتے ہیں۔ اس یقین کی وجہ سے اللہ کے ولی کسی سخت حالت میں بھی نہ تو گھبراتے ہیں اور نہ پریشانی اور مایوسی کا شکار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر غیر متزلزل اعتماد اور توکل اور اللہ کے ارادوں پر مکمل بھروسہ رکھنے کی وجہ سے ان کے دل کی حالت یہ ہوتی ہے کہ ہر حالت میں وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحریک اسلامی کے کارکنوں کے روز مرہ کے پروگرام کا ایک اہم جزو محاسبۂ نفس ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کی تنقید اور مواخذہ خود ہی کرلے۔ یہی وہ کام ہے جو بندے کو ولایت کے مرتبے پر فائز ہونے میں مدد دیتا ہے۔ کارکن کو چاہیے کہ وہ انھی تین باتوں پر اپنا محاسبہ کرے جن کا ذکر ولی کی خصوصیات کے عنوان سے کیا جا چکا ہے۔ ہر روز ایک مقرر وقت پر اپنے آپ سے باقاعدہ یہ سوالات کرے۔

(۱) کیا میں اللہ کے تمام احکام کی اطاعت محبت کے ساتھ کر رہا ہوں؟

(۲) کیا میں اپنے اعضاء و جوارح کو اللہ کے ناپسندیدہ کاموں سے باز رکھنے میں کامیاب ہوں۔

(۳) کیا میں اپنے مولا سے ہر حالت میں راضی رہ کر اس کا شکر ادا کر رہا ہوں؟

جو شخص اخلاص اور باقاعدگی کے ساتھ روزانہ اس طرح اپنا محاسبۂ نفس کرتا رہے گا اور اس کی روشنی میں اپنی اصلاح کے لیے کوشاں رہے گا' امید ہے کہ اس کے اندر بتدریج یہ اوصاف و خصوصیات پیدا ہو جائیں گی۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اپنی غلطیوں کو دُور کر کے اس راہ میں پیش قدمی کرنا ہو تو خود ہم ہی کو مجاہدہ کرنا ہو گا' دوسرا کوئی شخص ہمارے لیے یہ مجاہدہ نہیں کرے گا۔

سوال کیا جا سکتا ہے کہ تحریک اسلامی کی سخت ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے' دنیوی فرائض اور عائلی پریشانیاں جھیلتے ہوئے' اللہ کے ولی ہونے کا مجاہدہ کرنا کس طرح ممکن ہے؟ عام طور پر تو وہی لوگ ولی اللہ سمجھے جاتے ہیں جو نہ تو دعوت دین کا فریضہ ادا کرتے ہیں' نہ معاشرہ کی خدمت و اصلاح کے جھمیلوں میں پڑتے ہیں' اور نہ ہی ان کے کندھوں پر عائلی ذمہ داریاں ہوتی ہیں' بلکہ وہ تنہائی میں صرف نوافل پر نوافل ادا کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ ولایت کا یہ بالکل ایک غلط تصور ہے جو معاشرہ میں رائج ہے۔ صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر اللہ کے ولی کون ہو سکتے ہیں؟ ان کی زندگیاں' جو فرائض و نوافل کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی ذمہ داریوں اور دشواریوں سے بھری پڑی ہیں' وہی ہمارے لیے قابل اتباع ہیں۔ جو زندگی ان کی زندگیوں سے مختلف ہو' وہ مسلمانوں کے لیے قابل اتباع نہیں ہو سکتی۔

ایک سفر کے دوران چند صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے کسی ساتھی کی تعریف کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس تعریف کا سبب پوچھا۔ انھوں نے کہا: ہم نے جب سے یہاں پڑاؤ کیا' ہم تو خیمہ لگانے' گھوڑوں کو باندھنے' انھیں چارہ کھلانے اور سامان ٹھیک کرنے میں لگ گئے' مگر ہمارا یہ ساتھی نفلی عبادت میں مشغول ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: تمھارے اس ساتھی کے گھوڑے اور سامان کی خبرگیری کس نے کی؟ انھوں نے کہا: ہم ہی نے سب کچھ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سب اس سے بہتر ہو۔ سبق حاصل کرنے کے لیے یہی کافی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمارے معاشرے میں اسلام کے بارے میں صحیح علم کی بہت کمی ہے۔ اور اسی لاعلمی کے سبب سے "ولی اللہ" کے بارے میں بھی لوگوں کا تصور صحیح نہیں ہے۔ جو سچے اولیاء اللہ ہیں وہ یہ بالکل پسند نہیں کرتے کہ لوگ انھیں اللہ کا ولی سمجھ کر خراجِ عقیدت پیش کریں، بلکہ وہ اپنے آپ کو اللہ کا کم ترین بندہ ہی سمجھتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ گہری محبت پیدا کی جائے۔ یہ محبت اس وقت تک پیدا نہیں ہو گی جب تک رات کے آخری حصہ میں --- جب ساری دنیا سوئی ہوئی ہو --- اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری نہ دی جائے۔ رسول اللہ ؐ نے فرمایا: تم کو رات کے آخری حصہ میں جاگنا چاہیے کیونکہ یہ صالحین کا طریقہ، تمھارے پروردگار کا تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ، پچھلے گناہوں کا کفارہ اور مستقبل کے گناہوں سے سلامتی کا ضامن ہے۔

نکتہ ششم : انصار اللہ

انصار اللہ کے معنی ہیں، اللہ کے مددگار۔ اللہ کی مدد کرنے کے مفہوم کی متعدد آیات قرآن کریم میں موجود ہیں، مثلاً: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ "اے ایمان والو! تم اللہ کے مددگار بن جاؤ" (الصف ۶۱: ۱۴)۔

یہاں ان آیات میں اللہ کی مدد کرنے کی جو تاکید کی گئی ہے اس کا اصل مطلب کیا ہے۔ کیا اللہ انسان کی مدد کا محتاج ہے؟ درحقیقت تو بے آسرا انسان ہمیشہ اللہ کی مدد کا محتاج ہے۔ پھر اللہ کی طرف سے انسان سے مدد کی اپیل کرنے کا کیا مطلب؟ یہ کوئی بہت ہی معنی خیز بات معلوم ہوتی ہے۔

آیئے ہم اس راز کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

جب اللہ تعالیٰ کے کسی مومن بندہ کی کوششوں سے کسی گمراہ آدمی کو توبہ کی توفیق اور ہدایت مل جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ بے انتہا خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس خوشی کو سمجھانے کے لیے رسول اللہ ؐ نے ایک نہایت عمدہ مثال دی ہے۔ وہ مثال یہ ہے کہ ایک مسافر نے ذراستانے کے لیے اپنا سفر تھوڑی دیر کے لیے ملتوی کیا اور ایک درخت کے نیچے سو گیا۔ جب جاگا تو دیکھا اس کا اونٹ غائب ہے۔ چونکہ اونٹ ہی کی پشت پر اس کا کھانا اور پانی تھا، اس لیے اس کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ سخت اضطراب کی حالت میں اس نے اِدھر اُدھر بہت تلاش کیا مگر اونٹ کا کوئی سراغ نہ ملا۔ بالآخر انتہائی مایوسی کے عالم میں وہ موت کو یقینی جان کر دوبارہ لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آنکھ کھلی تو اچانک دیکھتا ہے کہ اس کا اونٹ حاضر ہے۔ اس وقت اس کی زبان پر جو کلمۂ شکر جاری ہوا وہ مارے خوشی کے الٹ گیا۔ وہ کہہ بیٹھا: "اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں"۔ اللہ کے رسول ؐ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے فرمایا کہ گم شدہ اونٹ واپس ملنے پر یہ شخص جتنا خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بھٹکے ہوئے بندے کے ہدایت کے راستے پر واپس آنے پر اس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ گمراہ بندوں کی ہدایت کا کام کتنی بڑی فضیلت کا کام ہے۔ درحقیقت یہی سمجھانے کے لیے رسول اللہؐ نے ایسی انوکھی مثال دی ہے۔

انسان کو ہدایت کے راستے پر لانے کی قدرت اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کو بھی نہیں دی ہے۔ رسول اللہؐ نے اپنے محبوب چچا ابوطالب کی وفات کے وقت بہت کوشش کی کہ وہ ایمان لاکر دنیا سے رخصت ہوں۔ اس کوشش کے پیچھے وہ فطری محبت کارفرما تھی جو اپنے چچا کے لیے آپؐ کے دل میں راسخ تھی، کیونکہ انھوں نے نہ صرف پدرانہ شفقت سے آپؐ کی پرورش کی بلکہ نبوت کے ابتدائی جاں گسل دنوں میں دشمنوں کے سامنے سینہ سپر ہوکر آپؐ کی حفاظت کی۔ مگر چچا کو صاحب ایمان بنانے کے لیے آپؐ کی کوشش اور آرزو پوری نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے رسولؐ، آپ کسی آدمی کو صرف اپنی محبت کی بنا پر ہدایت نہیں کرسکتے۔ ہدایت کی توفیق تو اللہ تعالیٰ صرف اسی کو دیتا ہے جس کو وہ دینا چاہتا ہے (القصص ۲۸:۵۶)۔

انسان کی ہدایت کا پورا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ انبیاکرام کو بھیجنے کا مقصد یہی تھا کہ وہ انسان کو ہدایت کے راستے کی طرف لانے کی کوشش کریں۔ انبیاکرام پر ایمان لانے والوں پر بھی یہی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو ہدایت دینے کی قدرت و اختیار سے محروم رکھا گیا، ہدایت کی کوشش کرنے کی ذمہ داری انھیں کیوں سونپی گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت قبول کرنے یا نہ کرنے کی پوری آزادی دی ہے۔ کوئی چاہے تو ہدایت کو قبول کرے، چاہے تو نہ کرے۔ مگر جو لوگ ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہوں، ان کو ہدایت کا راستہ دکھانے کا کچھ انتظام ہونا چاہیے۔ انبیا کی بعثت کا مقصد یہی ہے۔ جو لوگ انبیاکرام کی دعوت پر ہدایت قبول کرتے ہیں ان پر یہ ذمہ داری اسی لیے عائد کی گئی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہدایت دینے کا مکمل اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے نہ تو آسمان سے کوئی وعظ کرنے کا انتظام کیا ہے اور نہ ہی خود زمین پر اتر کر لوگوں کو سمجھانے کا طریقہ اپنایا ہے۔ جو حضرات دعوت الی اللہ کی ذمہ داری ادا کرتے ہیں، ہدایت پہنچانے کی عملی جدوجہد کا کردار ان ہی کے سپرد کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو انصار اللہ کے لقب سے نواز کر اسی مقام کا ذکر کیا ہے۔ تحریک اسلامی کے کارکنوں کے پروگرام کا باقی حصہ ہوتی سرگرمیوں پر مشتمل ہے۔ ان کے ذریعے انصار اللہ کا مرتبہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن یاد رہے کہ "انصار اللہ" کا یہ لقب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور شفقت سے دیا ہے۔ ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ دعوتی جدوجہد میں مشغول رہنے کی وجہ سے اپنے آپ کو انصار اللہ سمجھنے لگیں۔ دعوتی کام تو ہمیں اپنا فرض سمجھ کر رضائے الٰہی کے حصول کی نیت سے کرنا ہے۔

ایک کام اور ایسا ہے جسے کرنا ہمارا فرض ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کام کو ایک ایسا نام دیا ہے جس سے ان کی غایت درجے کی خوشنودی اور رضا ظاہر ہوتی ہے۔ وہ ہے ان کے کام کے لیے خرچ کرنا۔ وہ کمال مہربانی سے اور بندوں کی ہمت افزائی کے لیے کہتے ہیں کہ بندہ مجھے قرض حسنہ دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا: مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا' ایسا کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے (سورہ بقرہ ۲:۲۴۵۔ سورہ حدید ۵۷:۱۱) اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں خرچ کرنے کو اس لیے قرض قرار دیا کہ وہ اسے واپس کریں گے اور کئی گنا زیادہ کریں گے۔ ہم انھی کے دیے ہوئے مال کو ان کی راہ میں صدقہ کرتے ہیں۔ تاہم وہ اپنی شان کریمی سے اسے قرض کا مرتبہ دیتے ہیں۔

اگر کسی نے محدود معنوں میں اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کے اوصاف تو اپنے اندر پیدا کر لیے مگر وہ دعوت الی اللہ کا کام نہیں کرتا تو' اللہ تعالیٰ اس سے خوش نہیں ہوتا۔ ایک مشہور حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریلؑ کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو تباہ کر دو۔ جبریلؑ وہاں گئے تو دیکھا کہ اللہ کا ایک ولی ذکر میں مشغول ہے۔ انھوں نے اللہ سے پوچھا کہ ایسے ایک ولی کی موجودگی میں 'میں اس خطہ زمین کو کیسے تباہ کر دوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس ولی سمیت ہی تباہ کر دو' کیونکہ اس خطہ کے تمام باشندے گمراہ ہو چکے ہیں۔ ان کو ہدایت پہنچانے کی کوشش کرنا تو درکنار' میری نافرمانیاں ہوتے دیکھ کر اس کی پیشانی پر بل تک نہیں پڑتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ دعوت الی اللہ کا کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی قدر و منزلت رکھتا ہے۔ یعنی انصار اللہ کا درجہ اولیاء اللہ سے فائق تر ہے۔

ایک مرد مومن اللہ کا سپاہی ہوتا ہے۔ انسانی معاشرہ اللہ کی مملکت ہے۔ اس میں اللہ کی نافرمانی ہونا اللہ کی مملکت میں بغاوت پھیلنے کے مترادف ہے۔ معاشرہ کے افراد کو اللہ کے قانون کی اطاعت کی طرف بلانا' اس کی ترغیب دینا' اور اس جدوجہد میں ہر طرح کی مدد پیش کرنا ایک ایسا کام ہے جس کے لیے اللہ کے سپاہی کا اپنے دل میں جذبہ اور ولولہ محسوس کرنا ایک فطری بات ہے۔ ایک سپاہی کے لیے یہ بات ہرگز کافی نہیں ہو سکتی کہ وہ صرف ذاتی طور پر نماز و روزہ ادا کرتا رہے اور اس کے اردگرد اللہ کی نافرمانی ہوتی رہے۔ سپاہی ملک کی حفاظت اور دفاع کے لیے ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے سپاہی' ہر مرد مومن پر فرض ہے کہ وہ اللہ کی اس مملکت میں انسانوں کو اللہ کی نافرمانی سے روکے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ جس کے پاس طاقت ہے اسے چاہیے کہ طاقت کو استعمال کر کے اللہ کی نافرمانی بند کرے۔ اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے سمجھا کر بند کرنے کی کوشش کرے۔ اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو دل ہی دل میں برائی کو برا سمجھے اور سوچ بچار کرے کہ برائی کو روکنے کا کیا طریقہ نکالا جا سکتا ہے۔ جو شخص یہ آخری درجے کا کام کرے' وہ کمزور ترین ایمان رکھتا ہے۔

بعض حضرات نے آخری حصہ کے معنی یہ لیے ہیں کہ دل ہی دل میں برے کام کی مذمت کرنا کافی ہے' مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ہاتھ' زبان یا دل سے برائی کو بدل دینے کی کوشش کی جائے۔ اس لیے دل میں صرف نفرت کرنا کافی نہیں ہو سکتا۔ محض نفرت سے آخر کیا بدلے گا؟ بدلنا ہو تو کم سے کم تدابیر کے بارے میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔

نکتہ ہفتم : خلفاء اللہ

خلیفہ کے معنی ہیں نمائندہ۔ نمائندہ کا کام یہ ہے کہ وہ اس ذات کی مرضی کے مطابق کام کرے جس کی نمائندگی کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً 'میں زمین میں اپنا خلیفہ بھیجنے والا ہوں (البقرہ ۲: ۳۰) کا اعلان کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی۔ انسان کو دنیا میں یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے اللہ ہی کا کام کرے۔ اگر اس نے یہ کام کیا تو وہ "خلیفۃ اللہ" کے مرتبہ پر فائز ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے لیے قانون یا نظام تجویز کیا ہے۔ سورج سے لے کر ذروں تک ہر مخلوق اپنے خالق کا تجویز کیا ہوا قانون اور نظام زندگی ماننے اور اس کے مطابق چلنے کی پابند ہے۔ اس قانون سے سرتابی کرتے ہوئے اپنی مرضی کے مطابق چلنے کا اختیار کسی کو نہیں۔ اس اطاعت کے لیے وہ کسی فضیلت یا شرف کے مستحق بھی نہیں۔

مگر نوعِ انسانی کے لیے جو نظام اور قانون بنایا گیا اسے انبیا کرام کی وساطت سے اس کو بھیجا گیا۔ اس قانون کو اللہ تعالیٰ نافذ نہیں کرتا' اس کی ذمہ داری اس نے اپنے رسولوں کے واسطہ سے انسان پر ڈال دی ہے۔ اگر انسان رسول کی وساطت سے بھیجے ہوئے اس نظامِ الٰہی کو اللہ کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے دنیا پر نافذ کرے' تو وہ "خلیفۃ اللہ" کے منصب پر فائز ہو گا۔ اس عظیم المرتبت منصب پر فائز ہونے کا موقع دینے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کو دنیا میں بھیجا ہے۔

اگر آپ کو "خلیفۃ اللہ" کا اعزاز حاصل کرنا ہے تو قانونِ الٰہی کو نافذ کرنے کی جدوجہد کرنا ہو گی۔ تحریک اسلامی اللہ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا دین اس کی شریعت اور اس کا قانون جاری و ساری کرنے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جدوجہد میں مصروف ہے۔ اللہ کا یہ نظام قائم کرنے کے لیے جس پایہ کے صالح لوگوں کی ضرورت ہے وہ تیار کرنے کے لیے اس تحریک نے اپنے کارکنوں کے لیے ایک تربیتی پروگرام تجویز کیا ہے۔

انسان کو خلافت کی جو ذمہ داری سونپی گئی ہے اس کی مناسبت سے یہ دو باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ اس زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب کا سب انسان کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ "اے انسانو! اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے زمین کی تمام مخلوقات کو تمہارے لیے پیدا کیا ہے"۔ (البقرہ ۲: ۲۹) انسان کو اتنا علم اور قدرت بخشی گئی ہے کہ وہ اللہ کی تخلیق کی ہوئی اشیا کو اپنی مرضی کے مطابق آزادانہ استعمال کر سکے۔ اس لیے صرف انسان ہی کو سائنسی ترقی نصیب ہوئی۔ دنیا میں جتنی اشیا اور قوتیں موجود ہیں ان کو جاننا اور نوع انسانی کے فائدے کے لیے انھیں استعمال کرنا انسان ہی کا کام ہے۔ یہ بھی خلیفہ کا کام ہے۔

(۲) انسان صرف خلیفہ ہے۔ خلیفہ کو ذاتی ملکیت کا حق نہیں ہوتا۔ ملکیت صرف اسی کی ہے جس کا وہ خلیفہ ہے۔ اس اعتبار سے انسان کے دنیا میں مالک اصلی ہونے کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔

تحریک اسلامی میں ان چاروں مراتب عالیہ کے حصول کے لیے مواقع موجود ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں اپنے مومن بندوں کے ضروری اوصاف کی حیثیت سے کیا ہے۔ اقامت دین ان چاروں مراتب کے بیک وقت حصول کا سب سے موثر اور یقینی ذریعہ ہے۔ کسی تحریک میں شامل ہوئے بغیر صرف ذاتی کوششوں سے انسان محدود معنوں میں عباد اللہ سے زیادہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ رہے وہ حضرات جو کسی پیرو مرشد کی نگہبانی میں مراقبہ و مجاہدہ کرتے ہیں تو وہ زیادہ سے زیادہ محدود معنوں میں اولیاء اللہ کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر باقی دو رتبے یعنی "انصار اللہ" اور "خلفاء اللہ" پر وہ کیسے فائز ہو سکیں گے۔ محض تبلیغی کام کر کے انصار اللہ بننے میں جزوی کامیابی ممکن ہے لیکن خلفاء اللہ کا درجہ حاصل کرنا پھر بھی باقی رہ جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

○○○○

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن کی

طرف روانہ کیا،

تو نصیحت فرمائی:

ایاک و التنعم ،فان عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین

(رواہ احمد)

معاذ! آرام طلبی اور خوش عیشی سے بچتے رہنا۔

اللہ کے خاص بندے آرام طلب اور خوش عیش نہیں

ہوتے۔(مسند احمد)

اللھم لاعیش الاعیش الاخرۃ

○○○

© rasailojaraid.com